قسط نمبر ۱

شیخ الاسلام امام محمد بن عبدالوہابؒ

ایک عہد ساز شخصیت

تحریر: حافظ کامران صابر (قصبہ کریالی)

یہ ایک حقیقت ہے کہ کوئی بھی معاشرہ اُس وقت تک اسلامی معاشرہ نہیں کہلا سکتا۔ جب تک کہ وہ توحید باری تعالیٰ کے تصور سے آشنا نہ ہو۔ توحید کیا ہے؟ صرف اللہ تعالیٰ کو ہر قسم کی عبادت کا مستحق قرار دینا۔ بات عام فہم ہے مگر شیطان کی گھاتیں بہت وسیع ہیں۔

بیان میں نکتہء توحید آ تو سکتا ہے!
تیرے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے؟

توحید خالص کیلئے ضروری تو یہ تھا کہ ایسے تمام اعمال واقوال سے پرہیز کیا جائے، جن میں غیر اللہ کی شرکت کا ادنیٰ سا شائبہ بھی پیدا ہوتا ہو۔

حریف نکتہء توحید ہو سکا نہ حکیم
نگاہ چاہیے اسرار لا الہ کیلئے

لیکن جاہل دماغوں نے نام نہاد اندھی عقیدت کے نام پر اللہ تعالیٰ کے اُن نیک بندوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور اختیارات میں شریک ٹھہرالیا۔ جن کی ساری زندگیاں غیر اللہ کی خدائی ختم کرنے اور صرف اللہ تعالیٰ کی خدائی ثابت کرنے میں صرف ہوئی تھیں۔

بدل کے بھیس پھر آتے ہیں ہر زمانے میں
اگرچہ پیر ہے آدم، جواں ہیں لات و منات
یہ ایک سجدہ ، جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے، آدمی کو نجات!

چنانچہ ایک اللہ تعالیٰ کی جگہ سینکڑوں اِلٰہ بنا لیے گئے۔ مکہ وطائف میں ابن عباسؓ۔ یمن میں ابن علوانؒ۔ مصر میں بدوی ورفاعیؒ۔ عراق اور ہندوستان میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے مرادیں مانگی جانے لگیں۔

یوں تو دنیائے اسلام کا فکری زوال اور مذہبی انحطاط آٹھویں صدی ہجری ہی میں شروع ہو چکا تھا لیکن بارہویں ہجری تک یہ انحطاط اس حد کو پہنچ چکا تھا کہ غیر مسلم بھی عہد صحابہؓ کے حالات سے اس

دور کے مسلمانوں کا موازنہ کرتے تو انھیں تعجب وافسوس ہوتا۔ایک مغربی اہل قلم سٹاڈرڈ بارہویں صدی ہجری کے مسلمانوں کی تصویر کشی کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ

''مذہب بھی دیگر اُمور کی طرح پستی میں تھا۔تصوف کے طفلانہ توہمات کی کثرت نے خالص اسلامی توحید کو ڈھک لیا تھا۔مسجدیں ویران اور سنسان پڑی تھیں۔جاہل عوام اِن سے بھاگتے تھے اور تعویذ گنڈے اور مالا میں پھنس کر گندے فقیروں اور دیوانے درویشوں پر اعتماد رکھتے اور بزرگوں کے مزاروں پر زیارت کو جاتے۔جن کی پرستش بارگاہ ایزدی کے شفیع اور ولی کے طور پر کی جاتی تھی۔کیونکہ اِن جاہلوں کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ کی برتری کے باعث وہ اس کی اطاعت بلاواسطہ ادا نہیں کر سکتے۔قرآن کریم کی تعلیم نہ صرف پس پشت ڈال دی گئی تھی۔ بلکہ اس کی خلاف ورزی بھی کی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ مقاماتِ مقدسہ (مکہ و مدینہ) بداعمالیوں کا مرکز بن گئے تھے۔اور حج جس کو رسول ﷺ نے فرائض میں داخل کیا تھا۔بدعات کی وجہ سے حقیر ہو گیا تھا۔فی الجملہ اسلام کی جان اُن کے جسموں سے نکل چکی تھی۔۔۔۔۔۔

اگر محمد ﷺ پھر دنیا میں آتے تو اپنے پیرؤوں کے ارتداد اور بت پرستی پر بیزاری کا اظہار فرماتے۔''

(THE NEW WORLD OF ISLAM PAGE 25 TO 26)

مسلمانوں کے اس تیار کردہ خاکے کے بارے میں مشہور عرب سیاست دان اور مجاہد امیر شکیب ارسلان نے کہا تھا کہ ''بڑے سے بڑا دقیق النظر عالم بھی بارہویں صدی ہجری کے مسلمانوں کی اِس سے زیادہ صحیح اور واضح تصویر نہیں کھینچ سکتا تھا۔'' [حاضر العالم الاسلامی جلد ۱/۲۶]

بارہویں صدی ہجری میں مسلم دنیا اور مقامات مقدسہ کا جو حال تھا اِس کا ہلکا سا اندازہ اُوپر کے بیانات سے ہو گیا ہو گا۔لیکن جزیرۃ العرب کے قلب (نجد) کی حالت اور بھی خراب تھی۔اہل نجد مذہبی اور اخلاقی انحطاط میں حد سے گزر چکے تھے۔مشرکانہ عقیدے اُن کے دلوں میں گھر کر چکے تھے۔اور اِنھی خرافات وبدعات کو وہ صحیح دین کا نمونہ سمجھتے تھے۔عثمان بن بشر مشہور عرب مورخ لکھتا ہے کہ

''جبیلہ (وادیء حنیفہ) میں زید بن خطاب ؓ کی قبر کی پرستش ہوتی تھی۔درعیہ میں بھی بعض صحابہ ؓ کے نام منسوب قبریں اور قبے عوام کی جاہلانہ عقیدت کے مرکز بنے ہوئے تھے۔وادی غبیرہ میں ضرار بن ازور ؓ کا قبہ بدعتوں کی نمائش گاہ بنا ہوا تھا۔اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بلیدہ الفدا میں ایک پرانے درخت کے ساتھ

جوان مرد اور عورتیں جو سلوک کرتی تھیں۔ اِن کے بیان سے زبان وقلم قاصر ہے۔ خلاصہ یہ کہ مایوس عورتیں اولاد کی تمنا میں اِس درخت سے ہمکنار ہوتیں۔ نیز درعیہ کے پاس ایک غار تھی جہاں حد درجہ شرمناک بُرائیاں ہوتی تھیں۔۔۔۔" [عنوان المجد فی التاریخ صفحہ ٦]

اور یہ سب کچھ دین اور مذہب کے نام پر ہوتا اور جو چند اشخاص فقہ وحدیث سے بہرہ ور تھے وہ اپنے اندر اتنی ہمت نہیں پاتے تھے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دے سکیں۔

سیاسی حالات سیاسی حالت اور بھی خراب تھی۔ خانہ جنگی اور بدحالی عام تھی۔ شمالی نجد، قبیلہ طے اور حساء میں بنوخالد کا زور تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عیینہ کی امارت حساء کے بنوخالد کا اقتدار مانتی تھی۔ درعیہ میں قبیلہ عنزہ کے قدم جم رہے تھے۔ درعیہ سے قریب منفوحہ میں دواس کی الگ امارت قائم ہوگئی تھی۔ الغرض نجد کا چھوٹا سا علاقہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹا ہوا تھا۔

شیخ الاسلام امام محمد بن عبدالوہابؒ جب یہ حالت ہوگئی تو پھر اِسی بے آب وگیاہ سرزمین پر تذکیرد ہدایت کا آفتاب ضوفگن ہوا اور خاک عرب کے وہ ذرے جو جہل وشرک کی طغیانی کے باعث ماند پڑ گئے تھے۔ پھر چمک اُٹھے اور نجد کے چمنستان سے توحید وکلمہ حق کی ایسی خوشبو پھیلی جس نے تمام عالم کو خوشبودار بنادیا۔

میری مراد شیخ الاسلام امام محمد بن عبدالوہابؒ کی ذات گرامی ہے۔ جنہوں نے اپنی مسلسل اور انتھک کوششوں سے توحید کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا۔ اگرچہ چند مفاد پرست عناصر نے شیخ الاسلام امام محمد بن عبدالوہابؒ کی شخصیت کو بدنام کرنے اور اُن کی تعلیمات (جو سراسر اسلام کی تھیں) کے بارے میں غلط بیانیاں اور افتراء پردازیاں کیں۔ لیکن اِن تمام رکاوٹوں کے باوجود دعوت دین کا حلقہ وسیع تر ہوتا چلا گیا اور اِس دین حق کے داعی درعیہ سے نکل کر تمام علاقوں میں پھیل گئے۔ تاآنکہ کم از کم قلب جزیرہ میں حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات اپنی اصلی صورت میں جلوہ گر ہوگئیں۔

ایک یورپی معاصر (HUGHES) اِس حقیقت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتا ہے۔

"اہل نجد (شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ اور اُن کے ساتھیوں) کے صاحب امر ہونے کے بعد مسجدیں اس طرح آباد ہوئیں کہ بلد امین (مکہ ومدینہ) میں طاعت وزہد کی یہ مثال عہد نبوت ﷺ کے بعد دیکھنے میں نہیں آتی تھی۔" (DICTIONARY OF ISLAM PAGE # 660)

آئندہ سطور میں ہم شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ کے حالات زندگی کے ساتھ ساتھ اُن غلط بیانیوں اور

افتراء پردازیوں کا بھی جائزہ لیں گے جس سے قارئین پر اصل حقیقت اظہر من الشمس ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ.

انداز بیاں، گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اُتر جائے تیرے دل میں میری بات!

دیدہ ور کی پیدائش جیسا کہ علامہ اقبالؒ نے کہا ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ عیینہ کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے (۱۱۱۵ھ بمطابق ۱۷۰۳ء)۔
اُن کے جدِ امجد سلیمان بن علی بن شرف (ف ۱۰۷۹) اپنے زمانے کے مشہور عالم اور علمائے نجد کے مرجع و ماویٰ تھے۔ مناسک میں اُن کی کتاب بہت مشہور ہے اُن کے چچا ابراہیم بن سلیمان بھی ممتاز عالم تھے۔ شیخ الاسلامؒ کا پورا نسب نامہ یہ ہے: محمد بن عبدلوہاب بن سلیمان بن علی بن محمد احمد بن راشد بن برید بن شرف۔

علم کی راہ پر محمد بن عبدالوہابؒ بچپن ہی سے ذہانت اور قوتِ حافظہ میں ممتاز تھے۔ دس برس کی عمر سے پہلے ہی قرآن مجید حفظ کر چکے تھے۔ اپنے والد سے حدیث و تفسیر کی کتابیں پڑھیں۔ اُن کے والد عبدالوہاب ہونہار بیٹے کی ذہانت اور استعداد سے متعجب ہوتے۔ [عنوان المجد ۱/۲۳۶]

اُن کا بیان ہے کہ ''محمد'' کی تدریس کے دوران میں خود بھی اپنے ہونہار بیٹے کی ذہانت اور وسعت معلومات سے مستفید ہوا'' کم سنی ہی میں شادی ہوئی اور فریضہ حج سے مشرف ہوئے۔ مدینہ منورہ میں دو ماہ قیام کے بعد عیینہ واپس ہوئے اور اپنے والد شیخ عبدالوہابؒ سے تحصیل علم میں مصروف ہو گئے۔

علم کا تشنہ لب مسافر محمد بن عبدالوہابؒ قدرت کی طرف سے غیر معمولی دل اور حافظہ لے کر آئے تھے۔ اُنھوں نے اپنے والد شیخ عبدالوہابؒ سے جو نجد کے علماء میں ممتاز تھے جو کچھ حاصل کر سکتے تھے اِس میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ لیکن ہونے والے مصلح اور مجدد کی پیاس علم کے چند قطروں سے کیسے بجھ سکتی تھی۔ حج سے مشرف ہو چکے تھے۔ حجاز کی مرکزیت دل میں گھر کر چکی تھی۔ طلبِ علم کا خیال آتے ہی حجاز کا اِرادہ کیا۔

علامہ اقبالؒ نے نوجوانوں کو عمل کا درس دیتے ہوئے کہا تھا۔

تو رہ نوردِ شوق ہے منزل نہ کر قبول

لیلا بھی ہم نشیں ہو تو محمل نہ کر قبول!
صبح ازل مجھ سے کہا جبریلِ امیںؑ نے
جو عقل کا غلام ہو، وہ دِل نہ کر قبول!

پرجوش نوجوان کی عمر کوئی بیس برس ہوگی کہ لیلائے علم کے شوق میں اِس دشت نوردی کی ٹھانی اور حجاز کی طرف رختِ سفر باندھا۔ دوبارہ حج بیت اللہ سے مشرف ہوکر علماء کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تحصیل علم میں منہمک ہوگئے۔

اساتذہ شیخ الاسلامؒ کے اساتذہ میں مشہور عالم عبداللہ بن ابراہیم سیفؒ۔ اور شیخ عبداللہ بن ابراہیمؒ کی صحبت سے مستفید ہوئے۔ اور شیخ عبداللہ بن ابراہیم ہی کے توسط سے شیخ محمد حیات سندھیؒ (وفات ۱۱۶۵ھ) سے تعارف حاصل ہوا۔ جو اُس وقت مدینہ منورہ میں حدیث وسنت کے مسلّم اُستاد تھے۔ محمد بن عبدالوہابؒ اُن کے مخصوص شاگردوں کے حلقہ میں داخل ہوگئے اور عرصہ تک خدمت میں حاضر رہے۔ مدینہ منورہ سے شیخ الاسلامؒ نے بصرہ کا قصد کیا اور وہاں شیخ محمد مجموعیؒ سے حدیث ولغت کا درس لیا۔ شام کا بھی ارادہ رکھتے تھے لیکن زادِراہ کی کمی کے باعث ایسا نہ کرسکے اور واپس حریملا لوٹ آئے۔ جہاں اُن کے والد شیخ عبدالوہابؒ عیینہ سے منتقل ہوچکے تھے۔

دعوت وتبلیغ محمد بن عبدالوہابؒ بچپن ہی سے اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف مائل تھے۔ ابھی وہ عیینہ میں فقہ وحدیث کی ابتدائی تعلیم حاصل کررہے تھے کہ شرکیات وبدعات اُن کی آنکھوں میں کھٹکنے لگیں۔ تحصیلِ علم کے بعد چاروں طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھی تو اُنھیں دنیا گمراہی کی سیاہ چادر میں لپٹی ہوئی نظر آئی۔ اپنے اردگرد نجد کے شہروں اور بستیوں کی حالت دیکھ کر کبیدہ خاطر ہوتے۔ عام لوگوں کا تو ذکر ہی کیا۔ خود اہل علم کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ چنانچہ انھوں نے بدعات کے استیصال اور توحید واخلاق کے عام کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ دعوت کی بنیاد توحید کی پاکیزگی پر رکھی۔ اور عبادت کسی قسم کی ہو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مخصوص کرنے پر زور دیا۔ کلمہ ''لا اِلٰہ اِلا اللہ'' کا بول بالا کرنا اُن کا شعار تھا۔ پھر یہ ہر کس وناکس کے بس کی بات نہ تھی۔ اس کیلئے مضبوط ایمان اور سچی عزیمت کی ضرورت تھی۔ اس راہ میں شیخ الاسلامؒ کو جن صبر آزما مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑا اور جس خندہ پیشانی کے ساتھ اُنھوں نے اس کی تکلیفوں کا استقبال کیا۔ اس

سے معلوم ہوتا ہے کہ وُہ اُن اوصاف سے پوری طرح بہرہ ور تھے۔

شیخ الاسلامؒ نے توحید کی دعوت دی، غیر اللہ کے آگے سرِ خم کرنے، قبروں، ولیوں سے مدد مانگنے، نیکوکار بندوں کو معبودِ ثانی بنانے سے روکنے کی کوشش کی۔قبروں کی زیارت میں مسنون طریقہ کے خلاف جو بدعتیں رائج ہوگئی تھیں۔اُن کے مٹانے کا عملی قدم اُٹھایا۔بس پھر کیا تھا۔مخالفت کا سیلاب امنڈ آیا۔اعزہ و اقرباء درپے آزار ہوگئے۔ایذاء رسانی حد سے بڑھ گئی۔مگر صبر و عزیمت کا کوہِ وقار اپنی جگہ سے نہ ٹل سکا۔بقول علامہ اقبالؒ

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں، بیگانے بھی ناخوش
میں زہرِ ہلاہل کو، کبھی کہہ نہ سکا، قند!

تمام رکاوٹوں کے باوجود انہوں نے اپنی دعوت وتبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا اور عارض کے تمام قصبات حریملا، عیینہ، درعیہ، ریاض وغیرہ میں اُن کی شہرت پھیل گئی اور تعلیمات کی اشاعت ہونے لگی۔تبلیغ کا سلسلہ جاری تھا لیکن والد ماجد کی بے توجہی کے باعث رفتار سست تھی۔(محمد حامد فقی (صفحہ ۵۱) نے شیخ عبدالوہاب کو غیر جانبدار بتایا ہے) ۱۱۵۳ھ بمطابق 1740ء میں والد صاحب کی وفات ہوئی۔دعوت وتبلیغ میں گرمی پیدا ہوئی تو شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ علی الاعلان اتباعِ کتاب وسنت اور ترک بدعات پر وعظ کرنے لگے۔حریملا کے کچھ لوگ متاثر ہوئے اور تحریکِ دعوت واصلاح کے پرجوش معاون بن گئے۔شیخ الاسلام امام محمد بن عبدالوہابؒ کی مشہور کتاب ''کتاب التوحید'' اسی دوران تصنیف ہوئی۔

عیینہ میں (۱۱۵۷ھ بمطابق ۱۷۴۴ء) دعوت وتبلیغ کی ابتدائی منزلیں طے کرنے کے بعد شیخؒ کو احساس ہوا کہ کسی صاحبِ اَمر (حاکم یا صاحب نفوذ وقوت) کی ہمدردی حاصل کیے بغیر دعوت کو دور ونزدیک جلد از جلد پھیلانا آسان نہیں۔اِن خیالات کے پیشِ نظر انہوں نے عثمان بن معمر امیر عیینہ سے خط وکتابت کی۔امیر کو قبول حق پر آمادہ پا کر خود بھی عیینہ منتقل ہوگئے۔شیخ الاسلامؒ نے امیر عیینہ کے سامنے دعوت پیش کی۔توحید کا مفہوم واضح کیا اور اس جلیل القدر مہم میں امداد وتعاون کی درخواست کی۔امیر عیینہ عثمان بن معمر نے وعدہ کیا اور رفتہ رفتہ اہل عیینہ کے دل قبولِ دعوت کی طرف مائل ہونے لگے۔

شیخ الاسلامؒ نے اس اثناء میں بدعات کے بعض اڈوں کے ختم کرنے کا بیڑا اُٹھایا۔جس میں انہیں

خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ اس علاقہ میں بعض درختوں کی تعظیم کی جاتی تھی۔ انہیں بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا۔ مقام جبلیہ میں ایک قبر تھی اُس کا بھی خاتمہ کیا۔ لیکن یہ کوئی آسان کام نہ تھا۔ مشہور مؤرخ عثمان بن بشر اِس قبہ کے انہدام کا واقعہ اس طرح بیان کرتا ہے۔ ''شیخؒ نے عثمان بن معمر (امیر عیینہ) سے کہا'' آؤ! اب اِس کو منہدم کر دیں۔ جس کی بنیاد باطل پر رکھی گئی ہے۔ اور جس کی وجہ سے لوگ راہِ ہدایت سے بھٹک گئے ہیں'' عثمان نے کہا'' آپ ہی اسے منہدم کر دیں ہم قُبہ کو چھو نہیں سکتے'' شیخ الاسلامؒ نے محسوس کیا کہ ابھی اِن کے دلوں پر وہم کا غلبہ ہے۔ اِس پر شیخ الاسلامؒ نے ہتھوڑا (فاس) لیا اور اپنے ہاتھوں سے قبہ گرا کر زمین کے برابر کر دیا اور کامیاب واپس ہوئے۔ اس رات کو اطراف و نواح کے جاہل بے چینی کے ساتھ انتظار کر رہے تھے کہ دیکھیں اس ناروا اقدام سے شیخؒ پر کیا مصیبت آتی ہے؟ جب صبح ہوئی تو لوگ بہت مایوس ہوئے۔ اہل حق کی ہمت بندھی۔ نیز کمزوروں کے ایمان میں تازگی آئی۔''

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ نے امیر عیینہ عثمان بن معمر کو نماز باجماعت کے احیاء کی بھی تاکید کی۔ حکام طرح طرح کے ٹیکس وصول کرتے تھے۔ شیخ الاسلامؒ نے تمام ٹیکس ختم کیے اور صرف زکوۃ کا اجراء کیا۔

شیخؒ نے عیینہ ہی میں اپنے تبلیغی رسالوں کا سلسلہ شروع کیا جو آخر تک جاری رہا۔ درعیہ میں اُن کے ماننے والے پیدا ہو گئے تھے۔ ان ہی کے نام شیخؒ نے عیینہ سے ہدایت نامے جاری کیے تھے۔ (جاری ہے)۔

گجرات میں عظیم الشان اہل حدیث کانفرنس

مورخہ 4 مئی بروز جمعہ بعد نماز عشاء محلّہ قاسم پورہ ریلوے روڈ گجرات میں عظیم الشان اہل حدیث کانفرنس زیر صدارت رئیس الجامعہ منعقد ہوئی۔ کانفرنس کے مہمان خصوصی چوہدری محمد افضال اکبر آف چھچیاں ضلع گجرات تھے۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض سید ثناء اللہ شاہ امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث رانیوال سیداں نے سرانجام دیئے۔ کانفرنس سے مولانا شفیق پسروری، مولانا یوسف پسروری، مولانا قاری خالد مجاہد، اور مولانا عبدالستار حامد امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پنجاب نے خطاب کیا۔ اس موقع پر یہ بات بڑی خوش آئند ہے کہ موضع مل ضلع گجرات کے رہائشی غلام عباس نے اسٹیج پر آکر رئیس الجامعہ حافظ عبدالحمید عامر سے آکر ملاقات کی اور مسلک اہل حدیث قبول کرنے کا اعلان کیا۔ دُعا سے قبل مولانا سید الطاف الرحمٰن شاہ خطیب گجرات نے لوگوں کا شکریہ ادا کیا۔ آخر میں یہ کانفرنس رئیس الجامعہ کی دعا سے اختتام پذیر ہوئی۔